خلیفہ وقت پر اعتماد رکھنا چاہئے وہ خدا کی حفاظت میں ہے۔
سیکرٹریان اشاعت کو تفصیلی ہدایات

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۷ نومبر ۱۹۹۲ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کے بعد حضور نے درج ذیل آیت کریمہ تلاوت کی۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِكُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۸﴾ (الانفال: ۲۸)

پھر فرمایا:۔

خیانت سے متعلق جو خطبات کا سلسلہ چل رہا ہے اُس میں گزشتہ جمعہ سے میں نے حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث سنائی تھی کہ سب سے زیادہ بدنصیب اور سب سے زیادہ قابلِ گرفت خیانت کرنے والا وہ ہے جس کو امین بنایا جائے اور وہ اپنی امارت کے معاملات میں خیانت کرے۔ یہ بہت ہی بڑا وعید ہے، بہت بڑی تنبیہ ہے۔ اس کے متعلق میں نے گزشتہ خطبہ میں یہ ذکر کیا تھا کہ دنیا کے حکمران بھی دنیا کے معاملات میں امین بنائے جاتے ہیں اور قطعاً اس بات سے بے خبر ہیں کہ وہ مالک نہیں ہیں بلکہ امین ہیں اور مالک صرف خدا ہے اور اُس کے سوا اور کوئی ذات مالک نہیں۔ دنیا میں جتنی بھی ذمہ داریاں ہم پر سونپی جاتی ہیں بحیثیت امین کے سونپی جاتی ہیں خواہ وہ دنیاوی ہوں یا دینی ہوں اور اللہ تعالیٰ قیامت کے دن یعنی روزِ جزا سزا کو ان سب امانتوں کا حساب لے گا۔ یہ مضمون ہے جو قرآن کریم نے بار بار کھول کر پیش فرمایا اور حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ نے

بھی مختلف رنگ میں اس کی اہمیت ذہنوں میں اور دلوں میں اجاگر فرمائی۔

امین سے متعلق جہاں تک دنیا کے معاملات کا تعلق ہے میں گزشتہ خطبوں میں کچھ گفتگو کر چکا ہوں۔ اگرچہ مضمون وسیع ہے اور تھوڑے وقت میں اس کا حق ادا نہیں ہو سکتا لیکن اور بھی بہت سی باتیں مجھے کہنی ہیں اس لئے اب میں اس کے دوسرے حصے کی طرف توجہ مبذول کرتا ہوں یعنی دینی معاملات میں امانت۔

دینی معاملات میں سب سے زیادہ ذمہ داری تو انبیاء کی ہوتی ہے کیونکہ انہیں خدا تعالیٰ خود منتخب فرماتا ہے اور براہ راست منتخب فرماتا ہے اس لحاظ سے انبیاء کی ساری زندگی ڈرتے گزرتی ہے۔ جب یہ کہا جاتا ہے کہ نبی سب سے زیادہ متقی ہے تو اس کا ایک مفہوم یہ بھی ہے کہ وہ سب سے زیادہ ہر وقت خدا کے خوف میں زندگی بسر کرنے والے ہوتے ہیں چنانچہ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ (الحجرات:۱۴) اس آیت کے روشنی میں جب ہم اس مضمون کو دیکھتے ہیں مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے زیادہ عزت اُسی کو بخشی ہے جو خدا کے نزدیک سب سے زیادہ متقی تھا۔ پس تقویٰ کی ایک حالت عہدے سے پہلے پائی جاتی ہے اور اس حالت کو مدنظر رکھ کر عہدہ دیا جاتا ہے اور ایک حالت عہدے کے بعد پیدا ہوتی ہے اور وہ حالت خوف کی حالت ہے کہ جس عہدے کو میرے سپرد فرمایا گیا ہے کیا میں اُس کا حق ادا کر سکتا ہوں یا نہیں؟

دوسرے حصے پر خلفاء کی ذمہ داری ہے جو انبیاء کے بعد اس ذمہ داری کا بوجھ اٹھاتے ہیں کہ جو کام انبیاء نے کرنے تھے اُن کو جاری رکھیں اور اُن پر نظر رکھیں۔ اُن کا انتخاب براہ راست اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہوتا مگر اُس جماعت کے وسیلے سے ہوتا ہے جس جماعت کو خدا تعالیٰ کے نبی تیار کرتے ہیں اور اُن کو امانت دار بنا کر اس دنیا سے رخصت ہوتے ہیں۔ پس امانت کی بہت ہی بڑی اہمیت ہے جب تک وہ جماعت امین رہے گی جس کو خدا کے قائم کردہ خلیفہ نے خود تربیت دے کر امین بنایا تھا اُس وقت تک اُن کا انتخاب بھی بہترین ہوتا چلا جائے گا اور اَتْقٰكُمْ کا مضمون خلافت پر جاری و ساری رہے گا لیکن اگر اس جماعت کے تقویٰ میں فرق پڑ جائے تو لازماً اُس کا اثر اُن کے انتخاب پر بھی اثر انداز ہوگا اور دراصل خلیفہ اور جماعت ایک دوسرے کا آئینہ بن جاتے ہیں، ایک دوسرے کی تقویٰ کی تصویر ہوتے ہیں اور یہ ایک ایسا مسلسل جاری و ساری رابطہ ہے کہ اس میں

کسی وقت بھی کوئی رخنہ نہیں ہوتا۔ اس پہلو سے جماعت کا فرض ہے کہ وہ خلیفہ کے لئے دعائیں کرتی رہے کہ اللہ تعالیٰ اُسے ہمیشہ امانت دار رکھے اور امانتوں کا حق ادا کرنے کی توفیق بخشے اور ہمیشہ خلیفہ کا یہ کام رہے گا کہ جماعت کو امانت کی طرف متوجہ کرتا رہے اور ایسا نظام قائم کرے اور ایسے نظام کی حفاظت کرے جس نظام میں صرف امین ہی پنپ سکتا ہے اور غیر امین کو اس میں جا کوئی نہ دے۔ پس یہی کوشش ہے جو ہمیشہ خلفائے جماعت احمدیہ کرتے رہے اور اسی کوشش کا یہ ایک سلسلہ ہے جو خیانت اور اُس کے مقابل پر امانت سے متعلق جماعت کو مختلف پہلو سے سمجھانے کی کوشش کر رہا ہوں۔

تیسرے درجے پر وہ امراء ہیں جن کی سپرد جماعتوں کی ذمہ داری کی جاتی ہے۔ جہاں تک امراء کا تعلق ہے اُن کی حیثیت دو طرح سے ہے۔ ایک حیثیت وہ ہے جس میں اُس علاقے کے عوام نے اس خیال سے اُن کو منتخب کیا کہ وہ امین ہیں اور ایک اس لحاظ سے کہ اُس انتخاب پر خلیفۂ وقت نے صاد کر دیا۔ پس اگر چہ خدا تعالیٰ کے تقرر کے لحاظ سے واسطہ در واسطہ پڑ چکا لیکن جس خلیفہ کو خدا نے عملاً منتخب فرمایا اُس کا بھی صاد ہو گیا اور پوری عوام کا صاد بھی ہو گیا جن کی نمائندگی نے پہلے خلیفہ چنا تھا اس لئے امارت کو بھی ایک غیر معمولی اہمیت حاصل ہے اور امین پر جو امانت کا بوجھ ڈالا جاتا ہے بڑا مقدس بوجھ ہے اور اسی تقدس کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہمیشہ امراء کو اپنے فرائض سرانجام دینے کی کوشش کرتے رہنا چاہئے۔

بعض دفعہ بعض جاہل علاقوں میں عہدوں کو براہ راست عزت کا ذریعہ سمجھا جانے لگتا ہے اور جس طرح سیاست میں کسی منصب کو عزت کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے، اسی طرح اُن جماعتی اور دینی عہدوں کو بھی بعض لوگ عزت کا ذریعہ سمجھتے ہیں اور عزت کے حصول کے لئے کوشاں رہتے ہیں اور عزت کے حصول کی خاطر عہدے سنبھالتے ہیں اور ان کے پیچھے بعض دفعہ اُن کے خاندان کے، اُن کے تعلق والوں کے جتھے بن جاتے ہیں۔ اگر چہ جماعت احمدیہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے مسلسل اس بات پر نگاہ رہتی ہے کہ کسی قسم کا کوئی پروپیگنڈا عہدوں کے انتخاب کے وقت نہ ہو لیکن بعض دفعہ بغیر پروپیگنڈے کے بھی یعنی ایسے پروپیگنڈے کے بغیر بھی جو ذمہ دار عہدیداران کو سنائی دے عملاً پروپیگنڈے کا رنگ ہوتا ہے۔ بعض برادریاں بعض عہدوں پر قبضہ کرنے کی کوشش کرتی ہیں، بعض

دوستوں کے جتھے بعض عہدوں پر قبضہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور بظاہر ایک ایسے شخص کو امین بنایا جاتا ہے جس کو خدا کی جماعت نے منتخب کیا ہے لیکن امرِ واقعہ یہ ہے کہ جہاں نیتیں بھی بگڑ جائیں وہاں خواہ وہ انتخاب جماعت کا ہو یا خواہ اُس پر خلیفۂ وقت صاد کر دے، اسے خدا کی تائید حاصل نہیں رہتی۔ پس یہاں پہنچ کر مضمون ایک اور فضاء میں داخل ہو جاتا ہے۔ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ہر عہدے دار جس کو جماعت نے چنا اور جس پر خلیفۂ وقت نے صاد کیا، وہ عہدے دار ضرور تائید یافتہ ہے اور ضرور امین ہوگا۔ جہاں تک خلیفۂ وقت کا تعلق ہے اس مضمون پر حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بہت عمدہ روشنی ڈالی ہے۔ جب یہ سوال اٹھایا گیا کہ ایک خلیفہ بھی تو غلطی کر سکتا ہے اور بھی کچھ باتیں اُس زمانے میں کی گئیں جو دراصل اہل پیغام کی طرف سے ایک مخفی پروپیگنڈے کی صورت میں جاری وساری تھیں اور سوسائٹی میں پیشگوئیاں کی جارہی تھیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے اس مضمون پر جو خطبات دیئے اُن میں اس حصے پر روشنی ڈالی۔ آپ نے فرمایا دیکھو میں خدا کو جواب دہ ہوں اور تم لوگ مجھے جواب دہ ہو۔ جب میرے علم میں تمہاری غلطی آتی ہے تو میں پکڑوں گا اور یہ نہ سمجھو کہ میں کسی پکڑ سے بالا ہوں۔ جب خدا نے یہ سمجھا کہ میں اس لائق نہیں رہا تو وہ مجھے اٹھا سکتا ہے۔ پس خدا کا عدل دنیا سے واپس بلا لینا ہے نا کہ اس دنیا میں کسی کو اختیار دینا کہ وہ خلیفہ وقت کو منصب سے ہٹا دے۔ پس جہاں خدا تعالیٰ کی پکڑ ہے وہاں اور بھی امور ہیں جو کار فرما ہیں۔

خدا تعالیٰ ضروری نہیں کہ ہر غلطی پر ایسی پکڑ کرے تو اُس کے نزدیک ایسے شخص کا بلانا ضروری ہو جائے۔ نہ یہ مطلب ہے کہ ہر خلیفہ وقت جس کی موت واقع ہو اُس نے کوئی غلطی کی تھی جو اللہ تعالیٰ نے واپس بلا لیا اس لئے یہاں غلطی سے اس مضمون میں اپنے دماغ میں الجھنیں نہ پیدا کر دیں۔ ہر شخص نے مرنا ہے۔ موت غلطی کی علامت نہیں ہے مگر یہ مضمون حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ بیان فرما رہے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ تم کسی خلیفہ کو معزول نہیں کر سکتے صرف خدا ہے جو معزول کر سکتا ہے اور خدا کا عدل یہ ہے کہ وہ اُس کو واپس بلانے کا فیصلہ کرلے گا۔ پھر یہ معاملہ اُس کے ہاتھ میں ہے کیوں بلایا گیا ہے؟ دوسرے یہ کہ خدا تعالیٰ کی نظر صرف کمزوریوں پر نہیں ہوتی بعض دوسرے پہلوؤں پر بھی ہوتی ہے اور بعض دفعہ وہ مہلت بھی دیتا ہے، بخشش کا بھی سلوک فرماتا ہے اس لئے نہ بلانے کا بھی یہ مطلب نہیں بنتا کہ وہ شخص غلطی سے پاک ہے۔ غلطیاں ہو سکتی ہیں اور استغفار کا

مضمون بھی جاری رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی نظر جہاں کمزوریوں پر پڑتی ہے وہاں بعض خوبیوں پر بھی پڑتی ہے۔ اُن کے امتزاج کے نتیجے میں کچھ فیصلے ہو رہے ہوتے ہیں اور کچھ بخشش اور سچی توبہ کے نتیجے میں بھی خدا تعالیٰ کی تقدیر بن رہی ہوتی ہے یا کسی کے خلاف بگڑ رہی ہوتی ہے۔ یہ مضامین وہ ہیں جن کا ملاء اعلیٰ سے تعلق ہے۔ بندے اور اللہ کے درمیان جو قصے چلتے ہیں، جو رشتے بنتے ہیں یا بگڑتے ہیں اُن پر انسان کی نظر نہیں پڑ سکتی اس لئے اس کو خدا تعالیٰ پر ہی رہنے دینا چاہئے اور اللہ تعالیٰ کے فیصلہ پر توکل رکھنا چاہئے۔ جو بھی فیصلہ ہوگا وہ درست ہوگا لیکن جہاں بندوں کے رشتے آپس میں بن جائیں وہاں بہت سی باتیں کھل کر سامنے آ جاتی ہیں۔ بعض دفعہ ایک بخشش کا معاملہ سامنے آتا ہے لیکن انسان کو یہ اختیار ہوتا ہے کیونکہ جس سے بخشش کی توقع ہے وہ امین ہے وہ مالک نہیں ہے۔

پس اس پہلو سے میرا تعلق جو جماعت میں عہدیداروں سے ہے اس میں بعض دفعہ جب مجھے سختی کرنی پڑتی ہے تو اس سختی سے بھی درگزر کرنی چاہئے کیونکہ وہ میری بے اختیاری کی علامت ہے۔ میرے دل کی سختی کی علامت نہیں وہ بے اختیاری یہ ہے کہ میں مالک نہیں ہوں امین ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے کچھ ذمہ داریاں ڈالی ہیں اُن کو جس حد تک میں سمجھتا ہوں جس طرح ادا ہونی چاہئے اسی طرح ادا کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ غلطیاں ہیں تو خدا کی پکڑ کے نیچے ہوں اور اُسی سے معافی کا طلب گار ہوں۔ درست فیصلے ہیں تو خدا ہی کی خاطر ہیں اس لئے **جہاں تک جماعت کے زاویے سے دیکھنے کا تعلق ہے اُس کو خلیفہ وقت پر اعتماد رکھنا چاہئے اور توکل رکھنا چاہئے کہ وہ خدا کی طرف سے اس حد تک ضرور حفاظت یافتہ ہے کہ کوئی ایسی بڑی غلطیاں نہیں کرے گا جنہیں خدا درست نہ فرما دے جن کا جماعت کو نقصان پہنچے** کیونکہ اگر ایسا ہو تو پھر خدا تعالیٰ پر بھی اُس کا حرف آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جس شخص کو مہلت دی ہوئی ہے اور اپنی حفاظت کے تابع رکھتے ہوئے خدمت کا موقع دیا ہے اُس سے ایسی غلطیاں نہیں ہونے دیتا جو اس کے نظام کو بگاڑ دیں۔

پس ایسے وہ وقت ہیں جن کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روشنی ڈالی کہ اگر خدانخواستہ ایسا خطرہ ہو تو خدا تعالیٰ جب چاہے واپس بلا سکتا ہے مگر جماعت کو خلافت کی چھتری کے نیچے یہ حفاظت ضرور ہے کہ ایسی غلطیاں جو عارضی یا معمولی نوعیت کی ہوں جن سے نظام کے بگڑنے کا خدشہ نہ ہو ایسی غلطیوں سے اللہ تعالیٰ چاہے تو درگزر فرمائے لیکن ایسی غلطیاں جو نظام کو

بگاڑنے کے خطرہ رکھتی ہوں اُن کو یا تو خدا تعالیٰ ضرور اُن کی اصلاح فرما دے گا اور خود سمجھا دے گا اُس شخص کو جس سے غلطی ہوئی اور وہ اپنے غلط فعل کو کالعدم کر دے گا۔ یا پھر اللہ تعالیٰ ایسے شخص کے متعلق یہ فیصلہ فرمائے کہ مزید اس امانت کا اہل نہیں رہا تو اسے واپس بلا سکتا ہے مگر جیسا کہ میں نے بیان کیا امارتوں اور دیگر امین داروں کی نگرانی میں میں چونکہ مالک نہیں ہوں یا کوئی بھی خلیفہ مالک نہیں ہے اس لئے اُس کے اختیارات محدود ہیں اُنہی محدود اختیارات کے تابع وہ فیصلے کرتا ہے لیکن اُس کے سامنے جواب دہ نہیں۔ جس طرح وہ ہر لمحہ خدا کے سامنے جواب دہ رہتا ہے جو اُن کی جواب طلبی کرتا ہے یعنی خلیفۂ وقت۔ ہر وقت خدا کے سامنے جوابدہ ہے۔ جماعت خلیفۂ وقت کے سامنے جوابدہ ہے کیونکہ خدا تعالیٰ نے جو امانت خلیفۂ وقت کے سپرد فرمائی ہے وہ آگے مختلف دائروں میں جماعت کے مختلف عہدیداروں کے سپرد کی جاتی ہے اور اُن سے جو جواب طلبی ہے وہ دو انسانوں کے درمیان ہے اور اُس میں محدود علم کی بنا پر کئی لوگ بچ جاتے ہیں اور محدود علم کی بنا پر کئی لوگ سزا پاتے ہیں اور ہو سکتا ہے کہ وہ سزاوار نہ ہوں۔

انسانی معاملات میں اس قسم کی غلطیوں کی گنجائشیں رہتی ہے مگر نگرانی ضروری ہے اور اُسی نگرانی کی طرف میں آج آپ کو اس لئے متوجہ کرنا چاہتا ہوں۔ حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ نے جب یہ فرمایا کہ امین اگر خیانت کرے تو اُس کی خیانت سب سے زیادہ خطرناک خیانت ہے اور اُس سے سب سے زیادہ باز پرس ہوگی۔ پس جتنے جماعت میں امیر ہیں وہ بھی اس حدیث کے تابع ہیں اور جتنے دوسرے عہدے دار ہیں جو امراء کے تابع ہیں وہ بھی اس حدیث کے تابع ہیں کیونکہ آنحضرت ﷺ کے دوسرے فرمودات سے پتا چلتا ہے کہ اس مضمون کا دائرہ اتنا وسیع ہے کہ انسانی زندگی کے ہر شعبے پر حاوی ہے کوئی ایک بھی ایسا پہلو نہیں جو اس سے بچ گیا ہو۔ چھوٹے سے چھوٹا عہدیدار بھی دراصل آنحضرت ﷺ کے فرمان کے تابع اپنی زندگی گزارتا ہے جو امین بنایا گیا ہے اور اس لحاظ سے امانت کا حق ادا کرنا ضروری ہے۔

جماعت کو جب میں بعض ہدایتیں دیتا ہوں، نصیحتیں کرتا ہوں تو اُن نصیحتوں کو سن کر اُن پر کیسے عمل کیا جاتا ہے یہ عمل کا انداز ہر شخص کی امانت کا آئینہ بن جاتا ہے۔ بہت سے امراء ہیں جب وہ اس نصیحت کو سنتے ہیں وہ اُس کو اپنی جماعت میں جاری کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ نصیحت سے مراد

نظام جماعت سے تعلق میں جو نصیحتیں ہیں جاری کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور پوری دیانت داری سے وہ چاہتے ہیں کہ اُس ہدایت کا حق ادا ہو جائے بعض ایسے ہیں جو سنتے ہیں اور غفلت کی نظر سے دیکھتے ہیں اور پوری توجہ نہیں کرتے اور بعض ایسے ہیں جو کچھ دیر کے وقت توجہ کرتے ہیں اُس کے بعد چھوڑ دیتے ہیں مختلف حالتوں میں جماعت پائی جاتی ہے۔

امرِ واقعہ یہ ہے کہ اگر ساری جماعت کے تمام عہدیداران اس حد تک امین بن جائیں جس حد تک اللہ تعالیٰ امانت کا تصور ہمارے سامنے پیش فرماتا ہے اور امانت کے مضمون کو قرآن اور احادیث کھول رہے ہیں۔ اس حد تک امین بن جائیں جس حد تک آنحضرت ﷺ کے پاک نمونے سے ہمیں امانت کا مضمون سمجھ آتا ہے تو دنیا میں اس دور میں جماعت احمدیہ کی ترقی سینکڑوں گنا تیز رفتار سے چل سکتی ہے۔ وہ انقلاب جو صدیوں دور دکھائی دیتے ہیں وہ ہمیں دروازے پر کھڑے دکھائی دینے لگیں گے۔ **ضرورت اس بات کی ہے کہ زیادہ سے زیادہ عہدیدار امین بنیں**۔ اس پہلو سے امانت کی ذمہ داری بہت بڑی ہے اور اس پہلو سے ہماری امانت دراصل تمام بنی نوع انسان سے تعلق رکھتی ہے۔ اگر ہم جماعت کے عہدیداران جن پر کسی پہلو سے بھی کوئی ذمہ داری ڈالی گئی ہے اگر حقیقۃً امین بن جائیں۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ انقلاب جو دو سو سال کے بعد دکھائی دے رہا ہے وہ دیکھتے دیکھتے ہماری زندگیوں کے محدود دائروں میں ہی آسکتا ہے۔ پس تمام بنی نوع انسان جو اُس روحانی انقلاب سے پہلے مر جاتے ہیں وہ ساری نسلیں جو دنیا میں ضائع ہو جاتی ہیں اُن کی امانت کا گویا ہم نے حق ادا نہ کیا۔ پس یہ وہ اہم پہلو ہے جس کو پیش نظر رکھتے ہوئے میں بعض ایسی باتوں کا اعادہ کرتا ہوں جن کو میں بار بار بیان کر چکا ہوں اور میں دوبارہ سمجھانے کی کوشش کرتا ہوں کہ آپ امانت کا حق ادا کریں۔ سفروں کے دوران بہت سے ایسے نمونے دکھائی دیتے ہیں۔ میں جماعتوں سے ملتا ہوں دوست وہاں بعض اپنے مہمانوں کو بھی لے کر آتے ہیں، ملاقاتیں ہوتی ہیں، تبلیغ کی باتیں ہوتی ہیں دیگر دنیا کے مسائل پر گفتگو ہوتی ہے تو ساتھ ساتھ جماعت کا نقشہ بھی سامنے اُبھرتا رہتا ہے۔ ساتھ ساتھ یہ بھی پتا چلتا چلا جاتا ہے کہ کس جماعت میں کون امیر کتنا ذمہ دار ہے؟ کون سے عہدیدار اپنے کام کی طرف توجہ کر رہے ہیں، کون سے غافل ہیں اور یہ مضمون کسی کوشش کے بغیر خود بخود نظروں کے سامنے اس طرح اُبھرتا ہے جیسے کوئی منظر آنکھوں کے سامنے آ جائے اور بغیر کسی

خاص کوشش کے اس منظر کے پہلو، اُن حصوں میں نمایاں ہوتے ہیں جہاں اُن کو ہونا چاہئے۔ جب آپ کسی جگہ سیر کرتے ہوئے کسی منظر پر نگاہ ڈالتے ہیں تو دو ہی چیزیں ہیں جو آپ کی نظر کو پکڑتی ہیں ورنہ بعض اتنے وسیع مناظر ہیں کہ ممکن نہیں ہے کہ اُس کے ہر حصے پر آپ نظر کو ٹکائیں اور پھر غور کریں کہ یہاں کیا ہے اور وہاں کیا ہے اور وہاں کیا ہے؟ لیکن دو حصے فوراً آنکھ پر از خود روشن ہو جاتے ہیں۔ ایک حسن کا حصہ ہے اور ایک بدزیبی کا، بدصورتی کا حصہ ہے۔ منظر میں جہاں کوئی بدصورتی ہوگی یا وہ ایک دم آنکھوں کے سامنے آئے گی، جہاں کوئی غیر معمولی حسن پایا جائے گا وہ ایک دم آنکھوں کے سامنے آئے گا۔ پس جماعتوں کو دیکھتے ہوئے بھی اسی قسم کے تجربے ہوتے ہیں کہ خود بخود جماعت کے حسن بھی کھل کر آنکھوں کے سامنے آجاتے ہیں اور خود بخود جماعت کی کمزوریاں بھی بڑی واضح طور پر آنکھوں کے سامنے آجاتی ہیں۔

جن کمزوریوں کی طرف میں توجہ دلانے لگا ہوں۔ یہ اکثر جماعتوں میں موجود ہیں اور بہت کم ایسی جماعتیں ہیں جو ان کمزوریوں سے صاف پاک ہیں اور ان کمزوریوں کا تعلق عہدیداروں کی امانت سے ہے۔ مثلاً جب میں سفر کرتا ہوں یا کرتا رہا ہوں تو ایک چیز میرے سامنے آتی ہے خصوصیت کے ساتھ کہ جماعت نے اشاعت کے سلسلے میں جو خدمات سرانجام دی ہیں اُن خدمات کو نہ جماعت کے سامنے لانے کی سچی کوشش کی گئی ہے، نہ غیروں کے سامنے لانے کی سچی کوشش کی گئی ہے۔ دنیا کی جماعتوں کو شاید یہ علم نہیں کہ گزشتہ آٹھ سال میں جو ہجرت کے آٹھ سال یہاں گزرے ہیں اتنا اس کثرت سے، اتنی زبانوں میں لٹریچر شائع ہوا ہے کہ جماعت کے گزشتہ سو سال میں اس کثرت سے دنیا کی زبانوں میں لٹریچر شائع نہیں ہوا۔ یہ کوئی نعوذ باللہ گزشتہ سو سال پر فضیلت کے رنگ میں بیان نہیں کر رہا۔ لٹریچر کی بنیاد تو وہی ہے جو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رکھی ہے اور بعد میں آپ کے خلفاء نے رکھی، سلسلے کے بزرگوں نے کام کئے لیکن وہ ذرائع مہیا نہیں تھے جن ذرائع کو استعمال کرتے ہوئے ساری دنیا میں مختلف زبانوں میں احمدیت کا پیغام اور قرآن وسنت کا پیغام پہنچایا جا سکتا ہو۔ خدا تعالیٰ نے ہجرت کے انعام کے طور پر ہمیں وہ ذرائع مہیا فرمائے اور اس کثرت سے جماعت کا لٹریچر دنیا کی مختلف زبانوں میں طبع ہوا ہے جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے اس کی کوئی نظیر نہیں ملتی بلکہ گزشتہ سو سال میں سارے عالم اسلام کی کوششوں سے اتنا

لٹریچر مختلف زبانوں میں شائع نہیں ہوا جتنا خدا کے فضل سے چند سالوں میں جماعت احمدیہ کو شائع کرنے کی توفیق ملی ہے مگر اس لٹریچر کی اشاعت کا کیا فائدہ اگر آج بھی جس دور میں لٹریچر تیار ہو رہا ہے آج کے احمدیوں کو بھی پورا علم نہ ہو کہ کیا ہے؟ اور جہاں تک غیروں کا تعلق ہے جن سے اُس لٹریچر کا تعلق ہے اُن تک وہ نہ پہنچے۔ اس سلسلے میں سب سے بڑی غفلت اُس سیکرٹری کی ہے جس کے سپرد اشاعت کا کام ہے۔ جب بھی مجھے موقع ملا ہے میں نے یہ اندازہ لگایا ہے کہ سیکرٹریوں کو پتا ہی نہیں کہ اُن کا کام کیا ہے؟ ایک ٹیسٹ ہے جو میں آپ سب امراء کے سامنے رکھتا ہوں جو دنیا میں میری آواز سن رہے ہیں، بعد میں سنیں گے یا پڑھیں گے کہ وہ کسی وقت اپنے سیکرٹری اشاعت کو بلا کر اس سے پہلے کہ وہ تیاری کر لے موجودہ حالت کا اندازہ کرنے کی کوشش کرے تو اُن پر بات کھل جائے گی۔ ان سے وہ پوچھیں کہ بتاؤ کہ جماعت کا کون کون سا لٹریچر، کن کن زبانوں میں شائع ہوا ہے، تمہارے پاس کچھ فہرست ہے اُس کی۔ تمہارے علم میں ہے کہ کیا ہے اور تمہارے پاس وہ کہاں ہے اور کتنا ہے، کتنے رسائل شائع ہوتے ہیں، کتنا لٹریچر ہے جو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب اور نظامِ سلسلہ کی کتب سے تعلق رکھتا ہے، اُس کے تراجم کس زبان میں ہے اور اُن کو جماعت میں اور غیروں میں رائج کرنے کے لئے تم نے کیا کوشش کی ہے۔ کیا تمہیں پتا ہے کہ یہاں ہمارے ملک میں کتنی زبانیں بولنے والے موجود ہیں؟ کبھی تم نے سوچا ہے کہ آج میرے پاس کوئی احمدی آئے اور کہے کہ مجھے بوسنیا کا ایک نمائندہ ملا ہے میں اُس کو کچھ پیش کرنا چاہتا ہوں تو میں کیا پیش کروں گا۔ کیا تم نے کبھی سوچا ہے کہ اگر کوئی آکر یہ کہے کہ اٹلی کا باشندہ میرا دوست بنا ہے مجھے بتاؤ کہ میں اُس کو کیا دوں۔ تم نے غور کیا ہے کوئی شخص تمہارے پاس آئے کہ میں کوریا کے دوست کو لے کر آیا ہوں اُس کو پیش کرنے کے لئے بتایئے آپ کے پاس کیا ہے غرضیکہ دنیا کی بڑی بڑی قومیں اور بڑی بڑی مختلف زبانیں ایسی ہیں جن کو تبلیغ کے سلسلے میں استعمال کرنا ضروری ہے ورنہ زبانوں کے بغیر کس طرح آپ پیغام پہنچا سکتے ہیں۔ اور اُن زبانوں میں اگر بول چال کی اہمیت نہیں ہے تو کم سے کم تحریر ہی پیش کر سکیں۔ اگر گفتگو نہیں ہے تو تحریراً بہت سی باتیں ہو جاتی ہیں کئی گونگے ہیں جو بیچارے بول نہیں سکتے لیکن لکھنا سیکھ لیتے ہیں۔ تو زبان نہیں تو تحریر ہی سہی لیکن تبلیغ کا بہر حال کام ہونا ضروری ہے، پیغام پہنچانا ضروری ہے مگر اکثر لٹریچر ایسا ہے جن کے متعلق سیکرٹری اشاعت کو پتا ہی نہیں ہے۔ وہ ہے کیا

اور کہاں پڑا ہوا ہے اور کب سے آیا ہوا ہے، کس نے چھپوایا تھا؟ اُس کی جو قیمت ہم نے دینی ہے یا دے دی ہے کہ نہیں۔ جب چھ مہینے سال کے بعد دو تین دفعہ امراء کو لکھا جاتا ہے تو پھر اطلاع ملتی ہے کہ یہ اتنا لٹریچر ہمیں ملا تھا، فروخت اتنا ہوا ہے اور باقی اتنا پڑا ہوا ہے۔ یہ بھی نہیں پتا کہ کہاں پڑا ہوتا ہے۔ جب ایک چیز کسی کے سپرد کی جاتی ہے تو اُس کے مختلف پہلو ہیں جو اس کے ذہن میں فوراً ابھرنے چاہئیں۔ مثلاً ایک اشاعت کا سیکرٹری جس کو بنایا جاتا ہے اُس کو فوری طور پر یہ پتا کرنا چاہئے کہ کتنی کتابیں ہیں جن کا میں ذمہ دار ہوں، کتنے رسائل ہیں جن کا میں ذمہ دار ہوں، وہ جگہ میرے پاس کون سی ہیں جہاں میں ان کو رکھوں گا کس سلیقے سے مجھے اُن کو ترتیب دینا چاہئے۔ یہ سوچ آتے ہی سب سے پہلے وہ ان کاموں میں مصروف ہو جائے گا۔ ایک شخص کو سیکرٹری اشاعت بنایا ہے اس کے بعد ہو سکتا ہے اس کے بعد مہینہ بھر ان محنتوں میں لگ جائے۔ یہ معلوم کرے کہ نہ کوئی ہمارا کمرہ ہے جہاں اسٹاک رکھا جا سکتا ہے، نہ کتابوں کو خوبصورتی کے ساتھ دکھانے کا کوئی انتظام موجود ہے، نہ کوئی اسٹاک رجسٹر ہے جس میں درج ہو یہ کتابیں کب، کہاں سے آئی تھیں اور ہم نے اُس کی قیمت کسی کو ادا کرنی بھی ہے کہ نہیں، نہ اُس کو یہ پتا ہو کہ ان کتابوں کو آگے پھر شائع کرنے کا طریق کیا ہے؟ بہت وسیع کام ہے لیکن اکثر سیکرٹری اشاعت بالکل غافل ہیں اُن کو علم ہی کوئی نہیں اور نہ امراء اُن کو اس طرح بلا کر جواب طلبی کرتے ہیں، نہ اُن سے وہ پوچھتے ہیں، اس لحاظ سے امیر بھی اپنی امانت کا حق ادا نہیں کرتے۔ میں نے ایک مثال جو رکھی ہے اس کو اور زیادہ آگے بڑھا کر دکھاتا ہوں پھر آپ کو پتا چلے گا کہ کتنے کام ہیں جو جماعت میں ہونے والے ہیں اور ایک ایک کام کو جب آپ نظر کے سامنے رکھتے ہیں تو اندازہ ہوتا ہے کہ کتنی بڑی ذمہ داری ہے دنیا میں ایسی جماعت سے تعلق رکھنا جسے قرآن کریم میں اٰخَرِيْنَ (الجمعہ:۴) قرار دیا جسے حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کے پیغام کو تمام دنیا میں دوسرے ادیان پر غالب کرنا ہے۔ یہ کوئی معمولی ذمہ داری نہیں ہے۔ یہی وہ مضمون ہے جس کے پیش نظر خدا تعالیٰ نے سارے مسلمانوں کو بحیثیت ایک جماعت کے خلیفہ قرار دیا ہوا ہے۔

قرآن کریم میں جو آیت استخلاف ہے اُس میں مضمون اسی طرح شروع فرمایا گیا۔ گویا وہ تمام محمد مصطفی ﷺ کے ساتھی جن کو آپ پیچھے چھوڑ کر جانے والے ہیں وہ سارے ہی خلیفہ ہیں کیونکہ جب تک ہر شخص خلیفہ نہ بنے وہ جو خلیفہ کے طور پر چنا جاتا ہے اُس کی تائید ہو نہیں سکتی ناممکن ہے کہ وہ

اپنی ذمہ داریاں بحیثیت خلیفہ ادا کر سکے جب تک ہر فرد بشر جو اُس کے ساتھ کام کرنے والا ہے وہ اپنی ذات میں، اپنے محدود دائرے میں ایک خلیفہ کی طرح اُس کا مؤید اور معاون نہ بنے اور اُس کی نصرت کرنے والا ہو۔ جب تک یہ نہ ہو اُس وقت تک کوئی خلیفہ کامیاب نہیں ہوسکتا اسی لئے قرآن کریم نے کیسی پیاری دعا ہمیں سکھائی ہے کہ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا (الفرقان: ۷۵) یہ دعا کیا کرو کہ اے خدا ہمیں متقیوں کا امام بنا۔ جب تک متقی جماعت میں داخل نہ ہو یا جماعت متقیوں کی جماعت نہ بن جائے۔ اُس وقت تک امامت کا معیار بلند نہیں ہوسکتا امامت کا گہرا تعلق متقیوں سے ہے اور اس پہلو سے حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کے متعلق جب ہم یہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ تمام نبیوں کے سردار اور سب سے افضل ہیں تو لازماً یہ بات تبھی سچی لگتی ہے اگر آپ ؐ کے ساتھی وہ صحابہؓ جن کی آپ ؐ نے تربیت کی ہے وہ تمام دنیا میں انبیاء کی تربیت یافتہ دوسرے لوگوں سے زیادہ معیار ہو اور ان سے افضل ہیں۔ پس آنحضرت ﷺ نے سب سے زیادہ متقی اپنے پیچھے چھوڑے تھے۔ اگر اسی بات پر آپ غور کر لیں تو شیعہ مسلک کا فساد آپ کے سامنے کھل جاتا ہے۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ آنحضرت ﷺ کو تمام دنیا کے انبیاء پر فضیلت دی گئی ہو لیکن آپ ؐ متقیوں کے امام نہ ہوں بلکہ نعوذ باللہ من ذٰلک منافقین کی اکثریت کے امام ہوں جو منافقین کا امام ہے متقیوں کے اماموں کا امام کیسے بن سکتا ہے۔ پس اور کسی دلیل کی ضرورت نہیں اگر شیعہ اس بات پر ہی غور کر لیں کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ متقیوں کے آئمہ میں سے سب سے بلند مرتبہ رکھنے والے امام تھے اور جب تک تقویٰ کے لحاظ سے آپ ؐ کے متبعین کا معیار تمام دنیا کے انبیاء کے متبعین کے معیار سے بلند نہ مانا جائے۔ محمد مصطفی ﷺ کا معیارِ امامت بلند نہیں ہوسکتا۔

پس یہی مضمون ہے جو آگے خلافت میں جاری ہے اور جاری رہے گا۔ متقیوں کی جماعت کی ضرورت ہے ایسی جماعت کی ضرورت ہے جن میں ہر فردِ بشر ایک خلیفہ کی طرح اپنی ذمہ داریاں اپنے دائرہ کار میں ادا کرنے کا شعور رکھتا ہو۔ یہ احساس رکھے کہ میں نے بہر حال یہ ذمہ داریاں ادا کرنی ہیں۔ اس معیار کو جتنا بلند کرتے چلے جائیں گے اُتنا اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ زیادہ تیز رفتاری کے ساتھ ہم اپنے مقاصد کو حاصل کر سکیں گے اور وہ مقاصد یہی ہیں کہ اسلام کو دنیا میں نافذ کیا جائے اور اسلام کی تمام خوبیوں کو اپنی تمام تفاصیل کے ساتھ انسانوں کی زندگیوں میں ڈھال دیا

جائے۔ جب ہم کہتے ہیں غلبہ تو مراد یہ نہیں ہے کہ کسی جگہ مسلمانوں کی حکومت قائم ہوگئی ہے۔ اس غلبے کے تو کوئی بھی معنی نہیں ہیں۔ غلبے سے مراد یہ ہے کہ اللہ کی حکومت دلوں پر قائم ہو۔ **حضرت محمد مصطفی ﷺ کی حکومت ہمارے اعمال اور ہمارے کردار پر قائم ہو جائے ہم عرش الٰہی بن جائیں ہم پر خدا حکومت کرے،** ان معنوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے جب آپ اپنی ذمہ داریوں پر غور کریں گے تو آپ کو محسوس ہوگا کہ کتنا بڑا کام ہے جو کرنے والا ہے اور ابھی باقی ہے۔

اب میں واپس اُس اشاعت کے مضمون کی طرف آتا ہوں۔ اگر سیکرٹری اشاعت نے کام کرنا ہے تو اُسے آغاز ہی سے اپنی ذمہ داریوں کی ہر تفصیل کو سمجھنا ہوگا اور اگر وہ سمجھیں تو اُس کے نتیجے میں، اُس سوسائٹی میں جس سوسائٹی میں وہ جماعت ہے یا جہاں کے سیکرٹری مال کو ہم بطور مثال سامنے رکھتے ہیں، اُس سوسائٹی میں لٹریچر کی ہر ضرورت کو پورا کرنے کی ذمہ داری بھی اُسی کی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ یہ بھی جائزہ لے گا کہ فلاں فلاں سوسائٹی تک ہمیں پہنچنا ہے اور ہمارے پاس اُس کے لئے کچھ بھی نہیں۔ پس مرکز کو یہ لکھتے رہنا کہ ہماری یہ ضرورتیں اب تک ہمیں نہیں پہنچیں۔ یہ بھی سیکرٹری اشاعت کا کام ہے، اُس کا یہ بھی کام ہے کہ دنیا کے ذرائع کو استعمال کر کے جہاں جہاں کتابیں بیچنے کے نظام قائم ہیں اُن کی ایک باقاعدہ جس طرح نہریں بہتی ہیں اس طرح بعض ایسے بڑے بڑے نظام ہیں جن میں آپ ایک طرف کتابیں ڈالیں تو وہ آخر اُن کھیتوں تک پہنچتی ہیں جو پڑھنے والوں کے کھیت ہیں اور بڑی حفاظت کے ساتھ یہ نظام چلتا ہے کوئی قطرہ ضائع نہیں ہوتا۔ تو جماعت کی کتابوں کو ایسی نہروں میں ڈال دینا جو بالآخر پڑھنے والوں تک اُس نظام کے تابع خود بخود پہنچیں گی۔ یہ بھی سیکرٹری اشاعت کا کام ہے۔ اُس کے لئے اُس کو بڑی محنت کرنی چاہئے، دروازے کھٹکھٹانے چاہئیں۔ چھوٹے سے کام کے لئے لوگ اپنی ذات کے لئے ایجنسیاں لیتے ہیں۔ اُن کو پتا ہے کہ ایجنسی کو شائع یا مشتہر کرنے کے لئے کتنی محنت کرنی پڑتی ہے۔ ایک صاحب سے میری دو تین دنوں میں ملاقات ہوئی میں نے کہا فلاں ایک کام ہو سکتا ہے اُس نے کہا ہاں جی! میں کروں گا۔ میں نے کہا کس طرح کروں گا بتائیے۔ انہوں نے کہا جی! میں سب کے فون نمبر لوں گا جہاں جہاں بھی اس چیز کی ضرورت پیش ہو سکتی ہے فونوں پر اُن سے بات کروں گا اُن سے پتے لوں گا اُن کو اطلاع کروں گا۔ میرے پاس یہ چیز آ گئی ہے، آپ کو ضرورت ہے، آپ بتائیے۔ کون سی

سہولت کا وقت ہے جب میں آپ کے پاس حاضر ہوسکتا ہوں؟ اگر پھر جواب نہ آئے، گھر گھر جا کے دروازے کھٹکھٹاؤں گا، اُن کو بتاؤں گا اب وہ شخص نظام جماعت کے لحاظ سے میں نہیں جانتا کہ کس حد تک باشعور ہے اور بیدار مغز ہے لیکن جہاں اپنائیت پائی جائے وہاں انسان کی بہترین صلاحیتیں خود بخود جاگ اٹھتی ہیں اور ہر وہ طریقہ جو انسان کسی مقصد کو حاصل کرنے کے لئے اختیار کرسکتا ہے وہ نظر کے سامنے آ جاتا ہے۔ تو یہ طریقے بغیر کسی نوٹس کے اچانک اُن کے سامنے آ گئے اور میں بہت خوش تھا میں نے کہا بالکل ٹھیک ہے۔ آپ یہ کریں گے تو انشاء اللہ آپ ناکام نہیں ہوگا۔ ہم نے تو اتنے دروازے کھٹکھٹانے ہیں وہ دروازے جو انہوں نے سوچے تھے سوچا تھا کہ میں کھٹکھٹاؤں گا۔ وہ تو چند تھے۔ ہم نے تو لاکھوں کروڑوں دروازے کھٹکھٹانے ہیں اور صرف دروازے کھٹکھٹا کر وہیں پیغام کو ختم نہیں کر دینا اُن دلوں تک پہنچنا ہے جن دلوں کو جگانے کے لئے ہم دروازے کھٹکھٹا رہے ہیں۔ جب تک دروازوں کے کھٹکنے کی آواز اُن کے دلوں کو بے چین نہ کر دے اُس وقت تک ہمارے مقاصد پورے نہیں ہوسکتے۔

اس پہلو سے جب ہم صرف سیکرٹری اشاعت کے کام کی طرف آتے ہیں تو وہ سوچے گا کہ میں نے کتنے لوگوں کو پیغام پہنچانا ہے اُن کی زبانوں میں میرے پاس کیا کچھ ہے۔ جو ہے وہ میں ایسے ذرائع اختیار کر کے اُن تک پہنچانے کی کوشش بھی کر رہا ہوں کہ نہیں، جن ذرائع سے نسبتاً جلدی بات اُن تک پہنچ سکتی ہے۔ جماعت کے وسائل کم ہیں اگر ہم اپنے وسیلوں پر ہی بیٹھے رہیں اگر میں صرف اُن احمدیوں پر انحصار کروں جو مجھ سے آ کر لٹریچر لے جاتے ہیں تو کتنوں تک پہنچے گا۔ بعض ملک ایسے ہیں کہ کروڑوں کی آبادی میں سینکڑوں سے زیادہ احمدی ہیں۔ جتنا ذمہ داری بڑھتی جائے اُتنا بے چینی بڑھتی جاتی ہے۔ اُسی بے چینی کے نتیجے میں پھر دماغ بیدار ہوتا ہے اور انسان سوچتا ہے ترکیبیں سوچتا ہے، سوچتے سوچتے سوتا ہے بعض دفعہ اللہ تعالیٰ سوچنے والے کو خوابوں میں پھر اُس کے مسائل کا حل بتا دیتا ہے اور ان باتوں میں مگن وہ پھر اٹھتا بھی ہے۔

ساری زندگی کا ایک قسم کا جنون سا بن جاتا ہے اور حقیقت میں جنون کے بغیر کوئی کام نہیں ہوا کرتا۔ تمام انبیاء کو مجنون کہا گیا ہے۔ آخر یہ اتفاق کیسے ہوگیا کہ اگر محض گالی ہوتی تو کسی کو دے دی جاتی اور کسی کو نہ دی جاتی۔ سب انبیاء میں تو قدرے مشترک ہے جس کے نتیجے میں اُن کو دشمن انہیں

مجنون کہتے ہیں۔ وہ کام کا جنون ہے، لگن ہے، پاگل کر دینے والی لگن ہے۔ دن رات انسان اُس میں مصروف ہو جاتا ہے۔ یہ وہ لگن ہے جو انبیاء سے ہمیں ورثے میں پالی ہوئی ہے۔ جس کے بغیر ہم اپنے فرائض سرانجام نہیں دے سکتے۔ پس جماعتی عہدے تو یہ ہیں۔ اب سوچئے کہ بیوقوف اور بیچارے بدنصیب وہ لوگ ہیں جو جماعتی عہدوں کو اپنی عزتوں کے لئے لیبل سمجھتے ہیں اور اس کے لئے کوشش کرتے ہیں وہ بہت بڑے خائن ہیں، وہ نظام جماعت کو برباد کرنے والے لوگ ہیں۔ اُس نیت سے جو ووٹ دیتا ہے وہ بھی مارا گیا اور اس نیت والے ووٹ جس کو ملتے ہیں وہ بھی بیچارا بدنصیب ہے کیونکہ غیر متقیوں کا امام بنایا گیا ہے۔

پس امانت کے حق ادا کریں ہر پہلو سے نظر رکھتے ہوئے، ہر قطرے پر نظر رکھنی ہوگی، ایک قطرہ بھی کڑوا ہماری جماعت میں باقی نہ رہے۔ اگر اُس کی کرواہٹ دور نہیں ہوتی تو بہتر ہے کہ وہ ہم سے الگ ہو جائے مگر اسے تو جماعت کو حوضِ کوثر بنانا ہوگا۔ آنحضرت ﷺ کو قیامت کے بعد یعنی آخرت میں جو حوض کوثر عطا ہونا ہے وہ حوضِ کوثر اس دنیا میں بن رہا ہے۔ وہ حوضِ کوثر آپؐ کے غلاموں نے بنایا ہے، غلام بناتے چلے جا رہے ہیں۔ وہ تقویٰ جو دلوں سے نچوڑا جائے گا، محمد مصطفیٰ ﷺ کے عاشق اور غلاموں کے دلوں سے نچوڑا جائے گا وہی تقویٰ ہے جو حوضِ کوثر کا پانی ہے۔ وہی ہے جو آئندہ ہمیشہ کے لئے بنی نوع انسان کو سیراب کرتا رہے گا یعنی آپ کے غلاموں کو سیراب کرتا رہے گا۔ پس اس پہلو سے اپنی ذات، اپنے وجود کا شعور حاصل کریں آپ کون ہیں، کیا ہیں آپ پر کیا ذمہ داریاں ہیں اور جتنی ذمہ داریاں ڈالی جاتی ہیں اُن کے امین بننے کی کوشش کریں اور تقویٰ کی روح پیدا کریں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس مضمون پر بہت ہی عمدہ بڑی وسعت کے ساتھ اور گہرائی اور لطافت کے ساتھ روشنی ڈالی ہے۔

آپ کا جو اقتباس آج میں اس سلسلے میں لایا ہوں۔ اب تو پڑھنے کا وقت نہیں انشاء اللہ آئندہ خطبہ میں وہ آپ کے سامنے رکھوں گا۔ سردست میں اسی مضمون کے دوسرے پہلو آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔

پس ایک سیکرٹری اشاعت ہے تب سیکرٹری اشاعت بننے کا اہل ہوگا حقیقت میں جب وہ اپنے کام کو آغاز سے لے کر انجام تک اس طرح اٹھائے گا جیسے سب سے زیادہ اہم ذاتی ذمہ داری

کوئی انسان اٹھاتا ہے۔ اُس کو چاہیئے کہ وہ فوراً جائزہ لے لٹریچر کا، مرکز سے معلوم کرے، کہ کوئی ایسی چیز تو نہیں جو وہاں موجود ہو ہمارے پاس نہ آئی ہو۔ جائزہ لے کہ کون کون سی زبانیں ہیں، جن میں خلا ہے؟ یہ جائزہ لے کہ جن کو کتابیں دی جاتی ہیں اُن کا ردعمل کیا ہوتا ہے۔ معلوم کریں کہ اُن کی مزید ضرورتیں کیا ہیں؟ ایسا تو نہیں کہ جماعت لٹریچر کسی اور خیال میں شائع کر رہی ہے پڑھنے والوں کے خیالات اور ہیں، جماعت کچھ اور دے رہی ہے اور طلب کچھ اور ہے۔ غرض کہ بہت تفصیل اور گہرائی کے ساتھ لٹریچر کو شائع بھی کرنا چاہیئے اور پھر اُس کے ردعمل کو معلوم کرنا چاہیئے اور پھر اُس کو جماعت میں رائج کرنا چاہیئے۔ ایک رسالہ التقویٰ ہے جو عربی زبان میں شائع کیا جاتا ہے جماعت کی طرف سے۔ ایک وقت تھا جب اسے دو تین ہزار کی تعداد میں شائع کیا جاتا تھا لیکن چونکہ سیکرٹری اشاعت نے کبھی دلچسپی نہیں اکثر سیکرٹریان اشاعت نے کہ کن کے پاس گیا اور کیا نتیجہ نکلا، کوئی فائدہ ہوا یا نہیں ہوا؟ اُن کو پتا ہی نہیں اس بات کا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ بہت سے ایسے وسائل تھے جن کے متعلق ہمیں کبھی سمجھ نہیں آئی، کیا فائدہ ہوا اور کیا نہیں ہوا۔ کبھی اُن کی طرف سے رقم موصول نہیں ہوئی۔ جب جماعت سے پوچھا گیا کہ بتائیے کہ آپ نے کہنے پر دوسو، پانچ سو، ہزار رسالے جاری کئے تھے، تو کیا بنا؟ تو پھر امیر صاحب کو فکر پیدا ہوتی ہے پھر مجلس عاملہ میں معاملہ پیش ہوتا ہے پھر بتایا جاتا ہے کہ ہمارے پاس تو دینے کے لئے پیسے کوئی نہیں۔ بہتر ہے آپ رسالے بند ہی کر دیں۔ رسالے تو بند کر دیئے جاتے ہیں لیکن اس چشمے کے اوپر کون بیٹھا ہے، کس نے اس پانی کو آگے جاری رہنے سے روک دیا ہے؟ اس طرف خیال نہیں آتا۔ امرِ واقعہ یہ ہے کہ اگر سیکرٹری اشاعت ذمہ دار ہوتا اور امیر اُس کی نگرانی رکھتا تو ہفتہ دس دن میں ایک دفعہ تو اُس سے ملاقات رکھتا۔ اُسے معلوم کرتا کہ بتاؤ کون کون سے مرکزی رسائل یا مقامی رسائل کتنے ہیں جو لوگوں کو بھجوائے جا رہے ہیں۔ کبھی تم نے اُن سے رابطہ کیا ہے۔ وہ پسند بھی کرتے ہیں ان رسائل کو کہ نہیں۔ کبھی معلوم کرنے کی کوشش کی ہے کہ کون ہیں جو محض مفت وصول کرنے کی حد تک تو خریدار نہیں بنے ہوئے بلکہ پیسے بھی ادا کرنے کی حد تک خریدار بننے کے لئے تیار ہیں اور اُن کو پھر لکھ کر معلوم کر کے اُن سے رقم وصول کی جائے۔ کبھی تم نے خیال کیا کہ ایک سال گزرنے کو ہے جماعت نے ابھی تک مرکزی شعبے کو رقم ادا نہیں کی جس کو رسالے جاری کرنے کی ہدایت کی جا چکی ہے۔ یہ تمام امور ایک رسالے سے تعلق میں اگر پیش نظر رکھے جائیں تو

چند دن کی محنت کے بعد خدا کے فضل سے بہت عمدہ خطوط پر یہ رسالوں کا نظام جاری ہو سکتا ہے۔ اب التقویٰ ہے، ریویو آف ریلیجنز ہے، اسی طرح مقامی ہر ملک کے اپنے رسائل ہیں۔ جن سے دنیا بھر کے بنی نوع انسان کو یا کم از کم اُن ملکوں کے رہنے والوں کو خصوصیت کے فائدہ پہنچایا جا سکتا ہے لیکن اُن کی اشاعت کے لئے کوئی فکر مند نہیں، کوئی سمجھتا نہیں کہ یہ میری ذمہ داری ہے۔ پس جس کو سیکرٹری اشاعت بنایا جاتا ہے اُس کا تو دل لرزنا چاہئے۔ مجھ پر تو مصیبت، مصیبت تو خیر میں اور معنوں میں کہہ رہا ہوں جہاں تک اس کی ذات کا احساس ہے اُس کو بھی لگے گا کہ کیا مصیبت آ پڑی ہے؟ پہاڑ ٹوٹ گیا ہے سر پر اور پھر اُس پہاڑ کا بوجھ ہلکا کرنے کے لئے اُس کو دعائیں کرنی ہوں گی؟ اُس کو توجہ کرنی ہوگی حتی المقدور کوشش کرنی ہوگی۔

بوجھ ہلکا ہوتا ہے دو طریق پر اوّل یہ کہ حوصلے کے ساتھ، صبر کے ساتھ انسان اس کوشش میں لگ جائے کہ کام خواہ کتنا بڑا ہو میں نے کرنا ہے۔ اور وہ تھوڑا تھوڑا لے کر حسب توفیق اُس کام کو کرنا شروع کر دے۔ ہر روز اگر انسان کچھ کام کر کے سوئے، کچھ ذمہ داریاں ادا کر کے سوئے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے طمانیت نصیب ہوتی ہے۔ جو نیند ایک تھکے ہوئے مزدور کو آتی ہے وہ ایک عیاش امین کو نہیں آ سکتی۔ اُس کو پتا ہی نہیں کہ بدن تھکتا کیسے ہے، کیسے محنت کی جاتی ہے، جو روٹی کا مزا ایک بھوکے کو آتا ہے وہ ایک ایسے عیاش کو کیسے آ سکتا ہے جس نے اپنے معدے کا ٹھونس ٹھونس کر ستیاناس کیا ہوا ہے۔ کوئی طلب نہیں اُس کو چورن کھانی پڑتی ہیں تا کہ بھوک کا مزا پیدا ہو۔ جو قدرتی مزا بھوک کا ہے وہ چیز ہی اور ہے۔ بھوک کی حالت میں جن لوگوں نے تجربہ کیا ہے، مجھے تو کئی دفعہ تجربے ہوئے ہیں، سفر کی حالت میں شکار کی حالت میں، شدید بھوک کے وقت روٹی کا ایک ٹکڑا، پیاز اور نمک مرچ جو مزا دے جاتے ہیں کہ بڑی سی بڑی دعوت بھی وہ مزا نہیں دیتی۔ تو نیند کا مزا بھی وہی ہے جو کمائی جائے۔ وہی نیند اصلی ہوتی ہے۔ خواہ وہ تھوڑی ہو بڑا دل کو سکون ملتا ہے۔

پس ہر عہدیدار کو اس خیال سے محنت کرنی چاہئے کہ میری ذمہ داری ہے اور کوئی دن مجھ پر ایسا نہ گزرے کہ میں اس ذمہ داری کے کسی ایک حصے کو ادا نہ کر رہا ہوں۔ اس لگن سے جب عہدیدار کام شروع کر دیں تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے کام آسان ہو جاتے ہیں۔ ایک دن کا بوجھ ہلکا ہو جائے گا پھر دوسرے دن کا بوجھ ہلکا ہوگا، پھر تیسرے دن کا بوجھ ہلکا ہوگا رات کو جب وہ تہجد کے لئے اٹھے گا تو

یہ دعا کرے گا کہ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ وَاعْفُ عَنَّا ۚ وَاغْفِرْ لَنَا ۚ وَارْحَمْنَا ۚ اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ (البقرہ: ۲۸۷) اے خدا! ہم نے تیرے لئے بوجھ اٹھائے ہیں ہم پر جو تو بوجھ ڈالتا ہے ایسے بوجھ نہ ہوں جن کو اٹھانے کی ہم میں طاقت نہ ہو۔ اس مضمون کی دعا کو دل کی گہرائی سے کرنے کے نتیجہ میں انسان سمجھ سکتا ہے اُس کے بغیر نہیں سمجھ سکتا۔ وہ شخص جس نے دن بھر محنت کی ہو اور پھر رات کو یہ دعا کرتا ہے اُس پر دعا کا حقیقی مضمون روشن ہوتا ہے۔ وہ یہ نہیں سمجھ رہا ہوتا کہ خدا مجھ پر ایسی ذمہ داری ڈال دے گا جس کی مجھ میں طاقت ہی نہیں ہے۔ وہ اس رنگ میں اس دعا کا مفہوم سمجھتا ہے کہ اے خدا میرے بوجھ تو نے ہلکے کرنے ہیں مجھ میں تو کوئی طاقت نہیں ہے۔ جو تو نے بوجھ ڈالے ہیں اُس کی طاقت بھی عطا کر۔ یہ مراد ہے اس دعا سے۔ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جو میں کام نہیں کرتا وہ میرے سر سے ٹالتا چلا جا۔ اگر یہ مطلب ہو تو ہر انسان دنیا کا سب سے نکما انسان بن کر مرے گا کیونکہ انسان کو عادت ہے کام کو ٹالنے کی۔ مراد یہ ہے کہ اے خدا میں نے کر کے دیکھا ہے یعنی جان ماری ہے اور میں جانتا ہوں کہ مجھ میں طاقت نہیں ہے پس تو تو طاقت سے بڑھ کر بوجھ ڈالنے والا نہیں ہے، میری طاقت بڑھا، یہ اس دعا کا مفہوم ہے اللہ تعالیٰ پھر طاقت بڑھاتا چلا جاتا ہے اور میرا تجربہ ہے ساری زندگی کا کہ کبھی یہ دعا نامقبول نہیں ہوتی، رد نہیں کی جاتی ہے۔ اگر اس کے مضمون کا حق ادا کرتے ہوئے اس کو سمجھتے ہوئے آپ یہ دعا کرتے ہیں تو خدا دعا ضرور سنتا ہے، ضرور آپ کو طاقت عطا فرماتا ہے آپ کے مددگار مہیا کرتا ہے۔ دنیا کے حالات میں تبدیلیاں پیدا کرتا ہے، آپ کی وہ دلی خواہشات جو اُس کی خاطر دل میں پیدا ہوئی ہیں اُن کو پورا کرنے کی کوشش فرماتا ہے۔

پس ایک عہدیدار جب اپنی امانت کا حق ادا کرنا چاہے تو دو ہی رستے ہیں۔ ایک یہ کہ وہ اپنی امانت کو سمجھے کہ ہے کیا؟ اُس کا احاطہ کرے۔ اُس کی تفاصیل کا اُس کو علم ہونا چاہئے اور پھر وہ ہر اُس چیز پر ہاتھ ڈالے جس کی اُس میں طاقت ہے۔ خواہ تدریجاً ڈالے مگر چھوڑے نہ رکھے۔ ایک بھی پہلو اُس کی امانت کا ایسا نہ ہو جسے وہ اٹھانے کی کوشش نہ کرے۔ ایک دم میں نہیں اُٹھتی تو رفتہ رفتہ اٹھائے لیکن اٹھائے ضرور۔ جب کوئی امانت کا حق ادا کرنے کی کوشش کرے اُس کا بوجھ محسوس ہوتا ہو اُس وقت یہ دعا کرے کیونکہ بغیر بوجھ محسوس کئے جو دعا کی جاتی ہے اے خدا ہمارے بوجھ ٹال دے

ہم میں طاقت سے بڑھ کر بوجھ ہے، یہ فرضی اور خیالی باتیں ہیں اس دعا کا حقیقت سے، خدا کی قبولیت سے تعلق قائم نہیں ہوتا۔ جب بھوکا روٹی مانگتا ہے تو اُس کی آواز اور ہوتی ہے اور بغیر بھوک کے آپ روٹی کی طلب کریں آواز میں فرق ہوگا زمین آسمان کا فرق ہوگا۔ تبھی خدا تعالیٰ نے دعا کے ساتھ مضطر کی شرط لگا دی ہے کہ جب میں مضطر کی آواز سنتا ہوں تو اُس کی آواز کو قبول کرتا ہوں۔ ایک عہدے کا اضطراب یہ ہے کہ وہ کام پر ہاتھ ڈالے اُس کا بوجھ محسوس کرے جانتا ہو کہ اکیلا اُس سے یہ کام ہونا نہیں ہے اور کوشش ضرور کرے تب وہ خدا کے حضور عاجزانہ گرے اور کہے کہ اے خدا تو طاقت سے بڑھ کر بوجھ ڈالنے والا نہیں ہے اور مجھ پر بھی وہ بوجھ ڈال جس کی طاقت عطا فرماتا چلا جائے۔ جب اس طرح محسوس کر کے دعا کی جائے گی تو غائب سے ایسے ہاتھ تو دیکھے گا جو غائب کا ہاتھ نہیں رہے گا بلکہ ظاہر ہوگا اور اُس کے بوجھ اٹھائے گا اور اُس کے بوجھوں کو ہلکا کر دے گا اور وہ اپنے کاموں کو پہلے سے زیادہ بڑھ کر روانی اور عمدگی کے ساتھ اور سلاست کے ساتھ ادا کرنے کی اہلیت اختیار کرتا چلا جائے گا۔

ابھی اس کی اور بھی مثالیں دینے والی ہیں، اور بھی بعض عہدے ہیں جن کے متعلق میں کچھ گفتگو کرنا چاہتا ہوں تو انشاء اللہ آئندہ جمعہ میں یہ مضمون جاری رکھوں گا۔ اس عرصے میں جس حد تک آواز عہدیداروں تک پہنچی ہے اور اُس کو سمجھنے کی اہلیت رکھتے ہیں۔ وہ ابھی سے اس کی طرف توجہ شروع کر دیں تا کہ مجھے یہاں بیٹھے دکھائی دینے لگے کہ خدا کے فضل سے کاموں کے انداز میں پاکیزہ تبدیلی پیدا ہوئی ہے۔